

اہل سنت والجماعت کے ائمہ اور اقطاب (حصہ سوم)

<?xml encoding="UTF-8?">

۷: عبدالرحمن بن عوف

زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عمرو تھا۔ نبی (ص) نے عبدالرحمن رکھ دی تھا، ان کا تعلق بنی زہرہ سے تھا اور سعد ابن ابی وقاص کے چچا زاد بھائی تھے۔

آپ بھی بزرگ صحابہ اور اولین مہاجرین میں سے تھے اور ہر جگہ نبی (ص) کے ساتھ رہتے تھے اور اس چھ رکنی کمیٹی کے ممبر بھی تھے جو کہ عمر بن خطاب نے خلیفہ منتخب کرنے کے لئے بنائی تھی ممبر ہی نہیں بلکہ کمیٹی کے صدر تھے۔ اور ان سب پر مقدم تھے کیونکہ عمر نے کہا تھا کہ جب تمہارے درمیان خلافت کے سلسلہ میں اختلاف ہو جائے تو جس طرف عبدالرحمن بن عوف ہوں گے اس کو حق سمجھنا۔

آپ ان دس افراد میں بھی شمار ہوتے ہیں جن کو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ عبدالرحمن بن عوف قریش کے بڑے تاجروں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے بھی مؤرخین کی تحریر کے مطابق خاصی ثروت اور بے مال چھوڑا تھا، ایک ہزار اونٹ سوگھوڑے، دس ہزار بھیڑ بکریاں اور بہت سی ترائی کی زمینیں تھیں۔ جب میں زراعت ہوتی تھی۔ اور ان کے ترکہ سے ان کی چار عورتیں میں سے ہر ایک کو چوراسی ہزار ملے تھے۔ (طبری، مروج الذهب ابن سعد اور طہ حسین وغیرہ)

عبدالرحمن بن عوف عثمان بن عفان کے بہنوئی تھے۔ کیونکہ انہوں نے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے شادی کی تھی جو کہ عثمان کی مادری بہن تھی۔

تاریخی کتابوں کے مطالعہ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت علی (ع) کو خلافت سے الگ رکھنے کے لئے سیرت شیخین کی شرط رکھ کر بہت بڑا کردار ادا کیا تھا، ابن عوف جانتے تھے کہ علی (ع) اس شرط کو کبھی قبول نہیں کریں گے کیونکہ ان کی سنت و سیرت کتاب خدا اور سنت رسول (ص) کے خلاف تھی۔ ہمارے لئے یہی ایک چیز کافی ہے جو عبدالرحمن کے جاہلیت والے تعصب اور سنت محمدی (س) سے دور اور عترت طاہرہ (ع) کے خلاف کی جانے والی سازش میں شریک تھے۔ اور خلافت کو قریش میں قرار دینے والے تھے۔ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاحکام کے "کیف یبائع الناس" والے باب میں روایت کی ہے کہ مسعود نے کہا : رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد عبدالرحمن میرے پاس آئے اتنا دروازہ کھٹکھٹایا کہ میں بیدار ہو گیا۔ انہوں نے کہا میں تمہیں نیند میں محسوس کر رہا ہوں۔ قسم خدا کی اس شب مجھے نیند نہیں آئی۔ جاؤ زبیر اور سعد کو بلا کے لاؤ میں نے ان سے کہا عبدالرحمن نے آپ لوگوں کو بلایا ہے (وہ آئے) انہوں نے ان سے مشورہ کیا پھر مجھے بلایا اور کہا جاؤ علی (ع) کو بلا کے لاؤ۔ میں بلانے گیا۔ وہ آگئے تو ان سے بھی مشورہ کیا۔ یہاں تک آدھی رات گزر گئی۔ پھر علی (ع) ان کے پاس سے اٹھ گئے۔ جبکہ وہ خلافت کے خواہاں تھے اور عبدالرحمن علی (ع) کی طرف سے ڈر رہے تھے۔ پھر مجھ سے کہا جاؤ عثمان کو بلا کے لاؤ میں بلا لایا پھر ان سے مشورہ کیا اور ان دونوں میں صبح کی اذان تک گفتگو ہوتی رہی۔

پس جب لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور منبر کے پاس جماعتیں جمع ہوگئیں تو مہاجرین و انصار میں سے جو وہاں موجود تھا اسے اس کے خاندان کے پاس بھیجا اور لشکر کے سرداروں کے پاس بھی آدمی بھیجا گیا۔ وہ اس عہد کو پورا کر رہے تھے جو عمر کے ساتھ کرچکے تھے۔

جب سب جمع ہو گئے تو عبدالرحمن نے کلمہ شہادتیں پڑھا اور کہا۔ اما بعد اے علی (ع) میں نے لوگوں کے امر میں غور کیا اور مشورہ کیا لیکن وہ عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے ہیں۔ وہ عثمان کو زیادہ دوست رکھتے ہیں پس آپ (ع) اپنے خلافت راستہ نہ بنائے۔ اس کے بعد عثمان کو مخاطب کر کے کہا : میں سنت خدا و رسول (ص) پر اور سیرتِ شیخین پر تمہاری بیعت کرتا ہوں۔ پس عبدالرحمن نے بیعت کی تو مہاجرین و انصار ، لشکر کے سرداروں اور دیگر مسلمانوں نے عثمان کی بیعت کی ۔
(صحیح بخاری جلد ۸، ص ۱۲۳)

ایک محقق بخاری کی نقل کردہ روایت سے یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ سازش رات ہی میں ہو چکی تھی اور اس چال بازی کو بھی سمجھ سکتا ہے جس سے عبدالرحمن ابن عوف فائدہ اٹھا رہے تھے اور جس کام کے لئے عمر نے انہیں معین کیا تھا وہ اس سے معاف نہیں کئے جاسکتے تھے۔
مسور ، راوی کے قول میں تامل کیجئے ۔ میں علی (ع) کو بلا کے لایا پس دونوں نے مشورہ کیا پھر علی (ع) کے پاس کھڑے ہو گئے جبکہ وہ خلافت کے خواہاں تھے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمن ابن عوف وہ شخص ہے جس نے علی (ع) کو خلافت کا یقین دلایا تھا یہاں تک اس چال بازی شوریٰ میں علی (ع) کو شامل کر لیا اور ایک بار پھر امت کے تفرقہ کا باعث بن گئے جیسا کہ اس سے قبل سقیفہ میں ابوبکر کی بیعت کے سلسلہ میں ہو چکا تھا۔ اور اس احتمال کے صحیح ہونے کی تاکید مسور کا قول کر رہا ہے ۔ عبدالرحمن علی (ع) کے متعلق کس چیز سے ڈر رہے تھے ۔

اسی لئے عبدالرحمن نے ایک دھوکا دینے والا کھیل کھیلا چنانچہ رات میں علی (ع) کو خلافت کے بارے میں اطمینان دلایا اور جب صبح کو ، لشکر کے سردار ، قبیلوں کے رئیس اور قریش کے سربراہان اور افراد جمع ہوئے اس وقت عبدالرحمن بن عوف پھر گیا اور ناگہاں علی (ع) سے کہا۔

لوگ عثمان کے برابر کسی کو تصور نہیں کر رہے ہیں حضرت علی (ع) کو با دلِ نخواستہ یہ بات قبول کرنا پڑی ورنہ اپنے خلاف ایک محاذ اور مشکلات ایجاد کر لیتے (یعنی اگر ان کے بنائے ہوئے خلیفہ عثمان کی مخالفت کرتے تو قتل کر دیئے جاتے)

ایک محقق اس کھیلی جانے والی سازش سے اس وقت بخوبی یہ بات سمجھ لے گا کہ جب روایت کا یہ فقرہ پڑھے گا کہ " پس جب لوگ جمع ہو گئے تو عبدالرحمن نے کلمہ پڑھا اور پھر کہا: اے علی (ع) میں نے لوگوں کے سلسلہ میں بہت غور کیا لیکن وہ کسی کو بھی عثمان کے برابر نہیں سمجھتے لہذا تم اپنے خلاف محاذ نہ کھڑا کرو۔ اور پھر عبدالرحمن نے اس بھرے پرے مجمع میں علی (ع) ہی کو کیوں مخاطب کیا یہ کیوں نہ کہا: اے علی (ع) و اے طلحہ اور اے زبیر؟!

اسی سے تو ہم یہ بات سمجھے کہ رات میں معاملہ کچھ اور تھا اور پوری جماعت عثمان کو خلیفہ بنانے اور حضرت علی (ع) کو خلافت سے دور رکھنے کے سلسلہ میں متفق تھی۔

ہم یقین کے ساتھ یہ بات کہتے ہیں کہ یہ تمام لوگ علی (ع) سے خوفزدہ تھے اور سوچتے تھے کہ اگر علی (ع) خلیفہ بن جائیں گے تو انہیں عدل و مساوات کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کریں گے ۔ اور ان کے درمیان سنت نبی (ص) کو زندہ کریں گے اور عمر بن خطاب کی اس بدعت کا جنازہ نکال دیں گے جس میں انہوں نے عرب کو

عجم پر فوقیت دیدی تھی اور خود عمر بن خطاب نے بھی مرنے سے قبل اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا اور انہیں علی(ع) کے خطرہ سے خبردار کیا تھا: اگر علی(ع) اس امت کے خلیفہ بن جائیں تو وہ اس کو ٹھیک راستہ پر پھر لگادیں گے۔ یعنی سنت نبوی(ص) پر چلائیں گے لیکن اس بات کو عمر دوست نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی قریش کو یہ بات پسند تھی۔ اگر انہیں ذرا بھی سنت نبی(ص) سے محبت ہوتی تو وہ ضرور علی(ع) کو خلیفہ بناتے اور آپ(ع) بھی ان سے ضرور سنت پر عمل کراتے اور دوبارہ اس کی طرف لوٹا دیتے پھر آپ(ع) ہی رسول(ص) کے جانشین تھے اور ان کی سنت پر ثابت و قائم تھے۔

اور جیسا کہ ہم طلحہ و زبیر اور سعد والی بحثوں میں یہ بات کہہ چکے ہیں کہ انہوں نے کانٹے بوئے اور شرمندگی اور خسارت کاٹی ہے۔

اب عبدالرحمن بن عوف اور اس کی تدبیر کا نتیجہ دیکھنا چاہئے۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف اس وقت بہت پشیمان ہوئے جب انہوں نے عثمان کو سنت شیخین کی مخالفت کرتے ہوئے دیکھا اور دیکھا کہ عثمان حکومت کے عہدے اور لمبی لمبی رقمیں اپنے اقارب میں تقسیم کر رہے ہیں۔ چنانچہ ایک روز ان کے پاس گئے اور ان پر غضبناک ہوئے اور کہا: میں نے تمہیں صرف اس لئے مقدم کیا تھا کہ تم ہمارے درمیان سیرت ابوبکر و عمر پر عمل کرو گے اب تم ان کی مخالفت کر رہے ہو بنی امیہ میں اموال تقسیم کر رہے ہو اور انہیں مسلمانوں کی گردن پر مسلط کر رہے ہو۔ (اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے استبدادی طور پر عثمان کو خلیفہ بنایا تھا اس میں لوگوں کے مشورہ کا کوئی دخل نہیں تھا جیسا کہ اہل سنت کا گمان ہے۔) عثمان نے کہا: عمر نے اپنے وقرابتداروں سے خدا کے لئے صلہ رحم نہیں کیا۔ میں اپنے قرابتداروں سے خدا کے لئے صلہ رحم کرتا ہوں۔ عبدالرحمن نے کہا: قسم خدا کی میں اب تم سے کبھی کلام نہیں کروں گا اور عبدالرحمن مر گئے۔ لیکن عثمان سے کلام نہیں کیا اور قطع تعلقی رکھی۔ ایک مرتبہ عیادت کے لئے عثمان انکے پاس گئے تو انہوں نے دیوار کی طرف رخ پھیر لیا اور ان سے بات تک نہ کی۔ (تاریخ ابوالفداء جلد ۱، ص ۱۶۶، انساب الاشراف، بلاذری جلد ۵، ص ۵۷، العقد الفرید، ابن عبد ربہ مالکی جلد ۲، ص ۲۶۱)

اور اس طرح خدا نے علی(ع) کی وہ بد دعا سن لی جو آپ(ع) نے عبدالرحمن کے لئے فرمائی تھی جیسا کہ طلحہ و زبیر کے بارے میں بھی آپ(ع) کی دعا مستجاب ہوئی تھی اور وہ دونوں اسی روز قتل ہو گئے تھے جس دن بد دعا کی تھی۔

ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شوری کے روز علی(ع) غضبناک ہو گئے تھے اور عبدالرحمن کی سازش کو سمجھ گئے تھے اور اس سے فرمایا تھا:

"قسم خدا کی تم نے عثمان کو خلافت اس لئے دی ہے کہ تمہیں ان سے امید ہے جیسا کہ تمہارے دوست (عمر) کو اپنے دوست (ابوبکر) سے امید تھی خدا تمہارے درمیان نفرت و عداوت پیدا کرے۔" (شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۶۳)

حضرت علی(ع) کی مراد یہ ہے کہ عبدالرحمن یہ جانتے ہیں کہ عثمان اپنے بعد عبدالرحمن کو خلیفہ بنادیں گے جیسا کہ ابوبکر نے اپنے بعد عمر کو خلیفہ بنادیا تھا اور علی(ع) نے عمر سے فرمایا تھا: اچھی طرح دودھ لو اس میں تمہارا بھی حصہ ہے آج تم ان کی حکومت مضبوط کردو تاکہ وہ کل تم ہی کو لوٹا دیں۔

پس خدا نے آپ(ع) کی دعا سن لی اور چند ہی سال کے بعد عثمان اور عبدالرحمن کے درمیان خدا نے بغض و عداوت پیدا کردی اور ایسی دشمنی کہ عبدالرحمن نے اپنے سالے عثمان سے مرتے دم تک کلام یہ کیا اور اپنے

جنازہ پر نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی۔

اس مختصر بحث سے ہم پر یہ بات بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف قریش کے ان لوگوں کے راس و رئیس تھے جنہوں نے سنتِ رسول (ص) کو چھپایا اور اسے خلفا کی بدعت سے بدل دیا۔ جیسا کہ ہم پر یہ بھی عیاں ہو چکی ہے کہ امام علی (ع) تنہا وہ ہیں جنہوں نے خلافت اور اس کے فوائد کو سنتِ محمدی (ص) کی حفاظت پر قربان کر دیا۔ جو کہ آپ (ع) کے ابن عم محمد بن عبداللہ **صلوات اللہ و سلامہ علیہ** و علی آلہ الطیبین **الطاہرین** لائے تھے۔

قارئین محترم نے شک آپ اہل سنت والجماعت کی حقیقت سے واقف ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اہل سنت کون ہیں۔ پس مؤمن دھوکا کھا سکتا ہے لیکن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاسکتا۔

۸ : ام المؤمنین عائشہ بنت ابی بکر :

آپ زوجہ نبی (ص) اور ام المؤمنین ہیں۔ آپ سے نبی (ص) نے ہجرت کے دوسرے یا تیسرے سال نکاح کیا تھا اور مشہور قول یہ ہے۔ عائشہ اٹھارہ سال کی ہوئی تو رسول خدا (ص) نے رحلت فرمائی۔ اس بات کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہے کہ ہر اس عورت کو ام المؤمنین کہا جاتا ہے جس سے رسول (ص) نے نکاح کیا تھا۔ جیسا کہ ام المؤمنین خدیجہ، ام المؤمنین حفصہ، ام المؤمنین ماریہ وغیرہ کہا جاتا ہے۔ میں نے بہت سے لوگوں سے گفتگو کے دوران یہ اندازہ لگایا کہ وہ لفظ ام المؤمنین کے معنی نہیں سمجھ پاتے اور یہ نہیں جانتے کہ ازواجِ نبی (ص) کو ام المؤمنین کیوں کہا جاتا ہے۔ اہل سنت اگر چہ نبی (ص) کی دیگر ازواج سے بھی حدیث نقل کرتے ہیں لیکن زیادہ تر عائشہ سے نقل کرتے ہیں۔ اور ع نصف دین انہوں حمیراء عائشہ سے ہی لیا ہے۔ گویا لفظ ام المؤمنین کو ایک عظیم فضیلت تصور کرتے ہیں جو کہ تمام ازواج کو چھوڑ کر عائشہ سے مخصوص ہے۔

حال یہ ہے کہ خدا نے نبی (ص) کی وفات کے بعد ازواجِ نبی (ص) کو مؤمنین پر حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تم نبی (ص) کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ تم انکے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو! بیشک یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ " ہے۔ نیز ارشاد ہے۔ نبی (ص) تو مؤمنین پر ان کی جانوں سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں اور ان کی ازواج مؤمنین کی مائیں ہیں۔ (الاحزاب۔ ۵۳ اور ۶)

گزشتہ بحث میں ہم اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ نبی (ص) کو طلحہ کے اس قول سے تکلیف پہونچی تھی کہ " محمد (ص) کا انتقال ہو جائے گا تو میں اپنی چچازاد عائشہ سے نکاح کر لوں گا۔ پس خداوندِ متعال نے چاہا کہ نبی (ص) کی ازواج کو مؤمنین پر اسی طرح حرام کردے جس طرح ان پر ان کی مائیں حرام ہیں۔

جبکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ عائشہ بانجھ تھیں اور وہ کبھی حاملہ نہیں ہوئیں اور نہ ہی کوئی اولاد چھوڑی ہے، ہاں تاریخ مسلمین کی وہ بڑی شخصیتوں میں شمار ہوتی ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے کسی کو تختِ خلافت پر بٹھانے اور کسی کو خلافت سے دور رکھنے میں بڑے کردار ادا کئے ہیں۔ انہوں نے ایک قوم کو فروغ دیا اور دوسری کو پراکندہ کر دیا۔

جنگوں میں شرکت کی۔ کمانڈری کی، قبائل کے رئیسوں کے پاس خط بھیجے۔ حکمرانی کی، بہت سی چیزوں سے روکا، لشکروں کے سرداروں کو معزول کیا اور نئے سرداروں کا تقرر کیا اور جنگِ جمل میں تو ان کی حیثیت تو چکی میں اس کیل کی سی تھی جس کے چاروں طرف پاٹ گھومتا ہے۔ چنانچہ طلحہ و زبیر نے جو کچھ کیا ان کی قیادت میں کیا۔

ہم ان کی زندگی کے ادوار کو ترتیب وار شمار نہیں کرنا چاہتے۔ ان کے حالات ہم اپنی کتاب " فاسئلوا اہل الذکر " میں تفصیلی طور پر بیان کر چکے ہیں۔ تفصیل کے خواہان مذکورہ کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ اس بحث می ہمارے لئے جو چیز اہم ہے وہ ان کا اجتہاد اور سنتِ نبی(ص) کو بدک دینا ہے۔ اس کے لئے بعض مثالوں کا بیان کردینا ضروری ہے تاکہ ہم ان عظیم لوگوں کے سلسلہ کو سمجھ جائیں جو کہ بڑے افتخار کے ساتھ خود کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں اور ان افراد کو جو ان کی اقتداء کرتے ہیں اور انہیں ائمہ طاہرین(ع) پر مقدم کرتے ہیں۔

در حقیقت یہ پہلی تحریک ہے جس میں سنتِ نبی(ص) کو محو کرنے اور اس کے نشانات کو مٹانے اور اس کے نور جو بجھانے کے لئے مستقل طور پر جاری رہی اور اگر علی(ع) اور ان کی ذریت سے ہونے والے ائمہ نہ ہوتے تو آج ہمیں سنت کا نشان بھی نہ ملتا۔

یہ تو ہمیں معلوم ہوچکا ہے کہ عائشہ سنتِ رسول(ص) پر عمل نہیں کرتی تھیں اور نہ ہی اس کی اہمیت سمجھتی تھیں جب کہ انہوں نے اپنے شوہر سے حضرت علی(ع) کے متعلق بہت سی حدیثیں سنی تھیں۔ لیکن سب کو ٹھکرا دیا تھا اور سراسر ان کے خلاف عمل کیا اور حکمِ خدا و حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی۔ گھر سے نکل کر جنگِ جمل میں ایسی گھناونی جنگ کی قیادت فرمائی کہ جس میں حرمت ضائع ہوئی۔ نیکوکار قتل ہوئے اور عثمان بن حنیف کو لکھے گئے عہد نامہ کے سلسلہمیں خیانت ہوئی اور جب ان کے سامنے قیدی لائے گئے تو ان کی گردن مارنے کا حکم دیا گیا۔ گویا انہوں نے نبی(ص) کا یہ قول سنا ہی نہیں تھا کہ مسلمانوں پر سب و شتم کرنا فسق ہے اور انہیں قتل کرنا کفر ہے۔ (بخاری ج ۸ ص ۹۲)

ان جنگوں اور فتنوں کو چھوڑئیے جن کی آگ ام المؤمنین عائشہ نے بھڑکائی تھی اور جن سے نسلیں اور کھیتیاں اجڑ گئیں تھیں، آپ ہمارے ساتھ آئیے اور دینِ خدا میں ان کی تاویل ملاحظہ فرمائیے اور جب صرف صحابی صاحب رائے ہے اور اس کو قولِ حجت ہے تو پھر اس ذات کا کیا حال ہوگا جس سے صفِ دین لیا گیا ہے؟!

بخاری نے اپنی صحیح کے ابواب التقصیر میں زہری سے اور انہوں نے عروہ سے اور انہوں نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ عائشہ نے کہا : پہلے نماز دو ہی رکعت فرض کی گئی تھی اس کے بعد وہ سفر کے لئے معین ہوئی اور حضر میں پوری نماز فرض ہوئی۔ زہری کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے کہا پھر عائشہ کو کیا ہوگیا کہ وہ سفر میں بھی پوری نماز پڑھتی ہیں؟ عروہ نے کہا کہ عثمان کی طرح تاویل کر لی ہوگی۔ (صحیح بخاری ج ۲، ص ۳۶)

کیا یہ بات قابلِ تعجب نہیں ہے کہ ام المؤمنین، زوجہ رسول(ص) اس سنتِ نبی(ص) کو ترک کر رہی ہیں جس کی خود راوی ہیں اور پھر عثمان بن عفان کی بدعت کا اتباع کر رہی ہیں کہ جس کے قتل پر لوگوں یہ کہہ کر ابھارتی تھیں کہ اس (عثمان) نے سنتِ نبی(ص) کو بدل ڈالا اور رسول(ص) کا کفن میلا ہونے سے پہلے ہی سنت کو بھلادیا ہے۔

یہ ہیں عائشہ کے وہ کارنامے جو انہوں نے عہدِ عثمان میں انجام دیئے۔ لیکن معاویہ بن ابی سفیان کے زمانے میں ان کی رائے بدل گئی اور کتنی جلد ام المؤمنین کی رائے بدل گئی۔ ابھی کل ہی کی بات ت ہے جب کوگوں کو قتل عثمان پر اکسارہی تھیں اور جب یہ خبر ملی کہ عثمان کو لوگوں نے قتل کردیا اور علی(ع) کی بیعت کر لی تو

ان کی رائے بدل گئی اور عثمان پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور ان کے خون کا انتقام لینے کے لئے نکل کھڑی ہوئیں۔

روایت کا مفہوم یہ ہے کہ عائشہ نے معاویہ کے زمانہ میں نمازِ سفر دو کے بجائے چار رکعت پڑھی کیونکہ معاویہ اپنے چچازاد بھائی اور ولی نعمت عثمان بن عفان کی بدعت کو رائج دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ لوگ عوذ کا وی دین ہوتا ہے جو ان کے بادشاہوں کا ہوتا ہے اور پھر عائشہ ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے دشمنی اور عداوت کے بعد معاویہ سے صلح کر لی تھی ورنہ معاویہ نے عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل کیا تھا اور بری طرح مثلہ کیا تھا۔

پھر دنیا کے مشترک مصالح دشمنوں میں اتحاد پیدا کردیتے ہیں اور اضداد کو ملادیتے ہیں، اسی لئے معاویہ عائشہ سے اور عائشہ معاویہ سے قریب ہوگئیں اور معاویہ ان کے پاس تحائف و ہدیئے اور اموال و عطیہ بھیجنے لگا۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ جب معاویہ مدینہ آیا تو عائشہ کی زیارت کے لئے بھی گیا۔ جب بیٹھ گیا تو عائشہ نے کہا: اے معاویہ تم نے اسے چھپا رکھا ہے اور امان دے رکھی ہے جس نے میرے بھائی محمد ابی بکر کو قتل کیا؟

معاویہ نے کہا: میں امان کے گھر میں داخل ہو گیا ہوں۔

عائشہ نے کہا: تم حجرا بن عدی اور ان کے دوستوں کے قتل کرنے میں خدا سے نہیں ڈرے؟

معاویہ نے کہا: انہیں تو اس شخص نے قتل کیا ہے جس نے ان کے خلاف گواہی دی ہے۔ (تاریخ ابن کثیر و استیعاب حالات حجر ابن عدی)

یہ بھی روایت ہے کہ معاویہ عائشہ کے پاس ہدیئے اور خلعت بھیجتا تھا اور انہیں اس زمانہ کے بڑے لوگوں میں شمار کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان کے لئے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۱۲۶، مستدرک حاکم ج ۴، ص ۱۳)

اور دوسری بار جب عائشہ مکہ میں تھیں ایک ہار بھیجا جس کی قیمت ایک لاکھ تھی اسی طرح معاویہ نے عائشہ کا اٹھارہ ہزار دینار قرض ادا کیا اور جو کچھ وہ لوگوں کو دیدیتی تھی وہ بھی معاویہ ہی کی طرف سے آتا تھا۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۱۳۷)

ہم اپنی کتاب "فاسئلوا اہل الذکر" میں لکھ چکے ہیں کہ عائشہ نے ایک قسم کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے تھے۔ (صحیح بخاری جلد ۷ ص ۹۰، اور کتاب الادب، باب الہجرت)

اسی طرح بنی امیہ کے حکام اور امراء بھی عائشہ کے پاس اموال و ہدایا بھیجتے تھے۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۷۷)

جب ہم عائشہ اور معاویہ کی اس باہمی قربت کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان کبھی دوری اور عداوت تھی ہی نہیں چہ جائیکہ کہا جائے کہ ان میں پھر قربت پیدا ہوگئی تھی۔ کیوں کہ معاویہ کو شام کا حاکم مقرر کرنے میں ابوبکر شریک تھے اور معاویہ کو ابوبکر کا وہ احسان ہمیشہ یاد رہا۔ پس اگر ابوبکر یہ احسان نہ کرتے تو معاویہ کبھی بھی خلافت تک پہنچنے کا خواب نہیں دیکھ سکتا تھا۔

پھر معاویہ اس جماعت کی سازش میں شریک ہوگیا جو سنت نبی (ص) کو محو کرنے اور عترتِ طاہر (ع) کے خلاف ہورہی تھی۔ پس مہم کو آپس میں تقسیم کر لیا جس طرح افراد نے احادیث کو جلا ڈالا اور عترت کا نام و نشان مٹانے کا کام معاویہ پر چھوڑ دیا لہذا معاویہ نے بھی اپنی ذمہ داری پوری کی یہاں تک کہ لوگوں کو عترتِ طاہرہ پر لعنت کرنے پر مجبور کیا۔ اسی کی سازش سے علی (ع) کے خلاف جوارح وجود میں آئے۔ اسی کی ریشہ

دوانی سے علی(ع) شہید ہوئے اور اسی کے ایماء پر امام حسن(ع) کو زہر سے شہید کیا گیا اور معاویہ کے بیٹے یزید (لع) نے بقیہ عترتِ طاہرہ(ع) کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس سے زمین اور آسمان لرز اٹھے۔ پس معاویہ اور عائشہ کے درمیان کبھی عداوت نہیں تھی اور یہ جو عائشہ نے معاویہ سے کہا تھا کہ اس بات سے مطمئن ہو کہ تمہارے دامن میں میرے بھائی محمد ابن ابی بکر کا قاتل چھپا رہے؟ تو اس کی حیثیت ایک مذاق سے زیادہ کی نہیں ہے۔ کیوں کہ عائشہ کو ابنِ الخشعمیہ بن ابی بکر سے قطعی محبت نہیں تھی اس لئے کہ یہ وہی محمد ابن ابی بکر ہیں جو علی(ع) کے شانہ بہ شانہ عائشہ سے جنگ کر رہے تھے اور ان کے قتل کو مباح سمجھتے تھے۔

پھر عائشہ بغضِ ابوتراب کے سلسلہ میں معاویہ سے مل گئیں۔ ایسا بغض جس کی حد ہے نہ انتہا اور ایسی دشمنی جو تصور کی حدود سے بھی باہر ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ ابوتراب کی دشمنی میں کون فوقیت رکھتا تھا، آیا وہ شخص آگے تھا جس نے آپ(ع) سے جنگ کی، لعنت کی اور آپ(ع) کے نور کو خاموش کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔ یا عائشہ آگے تھیں کہ جس نے آپ کو خلافت سے دور رکھا، آپ(ع) سے جنگ کی اور آپ(ع) کا نام مٹانے کی کوشش کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ علی(ع) کا نام بھی نہیں لیتی تھیں اور جب انہیں ابوتراب کے قتل کی خبر ملی تو فوراً سجدہ شکر ادا کیا۔

اور آپ(ع) کی اولاد سے بھی ہمیشہ بغض رہا۔ یہاں تک کہ امام حسن (ع) کو ان کے جد رسول(ص) کے پہلو میں دفن کرنے سے منع کرنے کے لئے آشکارا طور پر سوار ہو کر آئیں اور اس سلسلہ میں بنی ہاشم کے خلاف بنی امیہ سے مدد مانگی اور کہا کہ جس کو میں دوست نہیں رکھتی اسے میرے گھر میں داخل نہ کرو۔ اب دوبارہ جنگ کی آگ بھڑکا نا چاہتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے بعض قریبی عزیزوں نے کہا کیا ہمارے لئے جمل والا دن کافی نہیں تھا کہ اب خچر والی بات بھی سننا پڑے گی۔

بے شک وہ بنی امیہ کے حکم سے اپنے راستہ پر قائم رہیں اور فرازِ منبر سے علی(ع) و اہلبیت(ع) پر لعنت سنتی رہیں لیکن کبھی اس فعل بد سے انہیں منع نہ کیا۔ ممکن ہے خفیہ طور پر انہیں جرأت دلا رہی ہوں۔ احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے : ایک شخص عائشہ کے پاس آیا وہ علی(ع) اور عمار کے بارے میں گفتگو کرنے لگا۔ عائشہ نے کہا : میں علی(ع) کے بارے میں تم سے کچھ نہ کہوں گی۔ لیکن عمار کے بارے میں، میں نے نبی(ص) سے سنا ہے کہ عمار دو امروں میں سے اسی کو اختیار کرتے ہیں جو زیادہ استوار اور ہدایت والا ہوتا ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج 6 ص ۱۱۳)

ہمیں اس بات پر قطعی تعجب نہیں ہے کہ انہوں نے سنتِ نبی(ص) کو ٹھکرا دیا اور عثمان کی بدعت کو زندہ رکھنے اور معاویہ اور بنی امیہ کے حکام کو خوش کرنے کے لئے سفر میں پوری نماز پڑھی کہ جو سفر و حضر میں ان کا اتباع کرتے تھے اور ان کو عظمت دیتے تھے اور دین ان ہی سے لیتے تھے۔

جیسا کہ عائشہ نے انہیں رضاعتِ کبیر کے سلسلہ میں فتویٰ دیا، وہ یہ سمجھتی تھیں کہ مرد عورتوں کا دودھ پی کر ان کے محرم بن سکتے ہیں۔ (اس بے ہودہ فعل کو ہم اپنی کتاب "لاکون مع الصادقین" کے عائشہ و دیگر ازواجِ نبی(ص) کے اختلاف والے باب میں تفصیل سے بیان کرچکے ہیں۔

اور جو کچھ مالک نے اپنی موطا میں تحریر کیا ہے اس سے تو ہر مومن اور مؤمنہ کا نپ اٹھے گا۔ مالک کہتے ہیں کہ وہ مردوں کو اپنی بہن ام کلثوم اور اپنے بھائی کی بیٹیوں کے پاس بھیجتی تھیں مرد ان کا دودھ پی کر آتے تھے اور اس رضاعت کے بعد ام المؤمنین عائشہ ان کی محرم ہوجاتی تھیں اور ان کے سامنے بغیر پردے کے جاتی

تھیں۔ (موطا ، مالک ج ۲، ص ۱۱۶ باب رضاعة الكبير) کیونکہ عائشہ کی نظر میں دودھ پینے والے عائشہ کے محرم ہوجاتے تھے۔

یہاں ایک مسلمان کو فض کیجئے کہ جس کی بیوی کے کسی اجنبی مرد سے تعلقات ہوں اور وہ اجنبی اس کی بیوی کے پستانوں سے کھیل رہا ہو اور جب مسلمان دیکھے تو اس کی بیوی کہدے کہ میں اس کو دودھ پلا کر محرم بنا رہی ہوں تاکہ یہ بغیر کسی روک ٹوک کے ہمارے گھر آسکے۔

مرد بے چارہ عائشہ کی بدعت کو برداشت کرے اگر چہ اس میں وہ نقصان ہی محسوس کرتا ہو لیکن جو فیصلہ ہوگیا اسے تسلیم کرنا ہے۔

میں محققین اور تجربہ کرنے والوں کی توجہ اس عظیم مصیبت کی طرف مبذول کراتا ہوں کیونکہ انکشافِ حقیقت اور حق و باطل میں امتیاز کے لئے رضاعتِ کبیر والا مسئلہ کافی ہے۔

اس واقعہ سے ہم پر یہ بات بھی آشکار ہوجاتی ہے کہ اہل سنت والجماعت ان نصوص کے ذریعہ خدا کی عبادت کرتے ہیں جب پر خدا نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے اور نہ اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ نہ وہ ثابت ہوتی ہے۔ اگر وہ اس بدعت کی تحقیق کریں تو یقیناً وہ اس سے نفرت کرنے لگیں گے اور اس سے دستبردار ہوجائیں گے۔ یہ بات جب بھی میں نے بعض علماء اہل سنت کے سامنے پیش کی ہے اور وہ اس رضاعتِ کبیر والی حدیث سے مطلع ہوئے ہیں تو انگشت بدندان رہ گئے ہیں اور حیرت سے کہنے لگے ہم نے یہ حدیث کبھی نہیں سنی۔ اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے یہ تو اہل سنت والجماعت کے ساتھ اکثر ہوتا ہے۔

چنانچہ بہت سی ایسی احادیث ان کی صحاح میں موجود ہیں کہ جن سے شیعہ ان پر حجت قائم کرتے ہیں جب کہ اہل سنت ان سے بے خبر ہیں۔ اور اس کے بیان کرنے والے کو کافر گردانتے ہیں۔

اور خدا نے کافروں کے لئے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال بیان کی ہے کہ یہ دونوں ہمارے صالح بندوں کی تصرف میں تھیں، دونوں نے اپنے شوہروں سے دغا کی تو ان کے شوہر خدا کے مقابلہ میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی جہنم میں داخل ہوجاؤ۔ (تحریم ۱۰)